



Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies

Volume 8, Issue 1 (January - June 2025)

eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907

Journal DOI: <https://doi.org/10.55603/alwifaq>

Issue DOI: <https://doi.org/10.55603/alwifaq.v8i1>

Home Page: <https://alwifaqjournal.com/>

Journal QR Code:



Article

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نیت کا مفہوم، اہمیت اور اس کی عصری معنویت
The Concept, Significance, and Contemporary
Relevance of Intention (Niyyah) in Light of
Islamic Teachings

Indexing

Authors

Muhammad Nabeel Ahmad

Affiliations

Al-Hamd Islamic University, Barakaho,
Islamabad.

Published

30-June-2025

Article DOI

<https://doi.org/10.55603/alwifaq.v8i1.u2>

QR Code



Citation

Muhammad Nabeel Ahmad, "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نیت کا مفہوم، اہمیت اور اس کی عصری معنویت The Concept, Significance, and Contemporary Relevance of Intention (Niyyah) in Light of Islamic Teachings" *Al-Wifaq*, no. 8.2 (June 2025): 17-32,
<https://doi.org/10.55603/alwifaq.v8i1.u2>

Copyright
Information:



The Concept, Significance, and Contemporary
Relevance of Intention (Niyyah) in Light of
Islamic Teachings © 2025 by Muhammad
Nabeel Ahmad is licensed under CC BY 4.0

Publisher
Information:

Department of Islamic Studies, Federal Urdu
University of Arts Science & Technology,
Islamabad, Pakistan.



اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نیت کا مفہوم، اہمیت اور اس کی عصری معنویت

The Concept, Significance, and Contemporary Relevance of Intention (Niyyah) in Light of Islamic Teachings

محمد نبیل احمد

لیکچرر، الحمد اسلامک یونیورسٹی، بارہ کھو، اسلام آباد

ABSTRACT:

This article presents an analytical study of the Islamic concept of intention (niyyah), its significance in Shariah, and its practical relevance in the contemporary era. In Islam, the value and acceptance of actions are based on intention, as highlighted in the Prophetic saying, "Actions are judged only by intentions." Intention is not only the basic criterion for the validity of deeds but also a means of refining a person's inner self, thought, consciousness, and moral conduct. The study explains the linguistic and technical definitions of niyyah, its religious requirements, and its ethical implications in detail.

The article emphasizes that the true place of intention is the heart, which determines a person's sincerity, purpose, and direction. According to Islamic teachings, intention is not limited to acts of worship; rather, sincerity and righteous purpose are essential in all aspects of life, including daily transactions, social responsibilities, economic activities, and missionary efforts. The research further highlights that, in the modern age—characterized by materialism, ostentation, superficiality, and actions lacking meaningful purpose—the cultivation and correction of sincere intention have become increasingly necessary.

The study concludes that a person's character becomes strong, the society becomes purified, and a positive, purposeful, and value-based system emerges only when actions are grounded in sincere intentions and noble objectives. The reform of intention essentially determines the direction of one's personality and actions, without which no deed can attain its true worth or spiritual significance.

KEYWORDS:

Intention (Niyyah- نیت), Action of the heart (فعل قلبی), Actions (اعمال), Sincerity (إخلاص), Ethical Conduct; Spiritual and Moral Reform; Contemporary Relevance.

تمہیدی بحث

اسلام میں نیت ہر عمل کی روح اور بنیاد ہے، اسلام نے احکام شرعیہ کی ایک اہم شرط جس کا مطلقین کو پابند بنایا گیا

ہے وہ صحت نیت ہے۔ نیت یہ ہے کہ بندہ اپنے ہر قول و فعل کے پیچھے ایک واضح، باطنی ارادہ کی غرض رکھے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخلاص پر مبنی ہو۔ چنانچہ اعمال کے صحیح ہونے کا معیار یہی ہے، لہذا جہاں نیت صحیح ہوگی وہاں عمل صحیح ہوگا، اور جہاں نیت درست نہیں ہوگی وہاں عمل بھی درست نہیں ہوگا، اور مکلفین کے اعمال شرعاً نیت ہی کے ذریعے معتبر ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ یعنی ایک ہی عمل کسی کے لیے عبادت بن سکتا ہے اور دوسرے کے لیے محض معمولی حرکت، صرف نیت کے فرق سے۔

نیت کی اہمیت اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ یہ نہ صرف عبادات بلکہ معاملات، معاشرتی رویوں، اخلاقی فیصلوں اور انسانی تعلقات تک میں اثر انداز ہوتی ہے۔ نیت کے بغیر عبادت صرف رسم بن جاتی ہے، جبکہ صحیح نیت معمولی عمل کو بھی عظیم اجر کا ذریعہ بنا دیتی ہے۔ نیت انسان کے باطن کو پاک کرتی، اخلاص کو مضبوط کرتی اور بندے کے تعلق باللہ کو گہرا کرتی ہے۔ یہ انسان کو ریا، دکھاوے اور نفسانی خواہشات سے بچا کر ہر عمل کو خالص اللہ کے لیے انجام دینے کا حوصلہ دیتی ہے۔

عصر حاضر میں نیت کی معنویت مزید اہم ہو گئی ہے، کیونکہ موجودہ دور میں اعمال میں دکھاوا، سوشل میڈیا کی نمائش، نفع پرستی اور دنیاوی مفادات غالب ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں نیت کا تصور انسان کو یاد دلاتا ہے کہ اصل کامیابی ظاہر نہیں، باطن کی سچائی اور اخلاص میں ہے۔ نیت کی درستگی انسان کو یہ سمجھاتی ہے کہ عبادت ہو یا خدا متعلق، علم ہو یا دعوت، معاشی سرگرمی ہو یا سماجی کردار، ہر عمل کا وزن اللہ کے نزدیک نیت کے مطابق ہے، نہ کہ ظاہری صورت کے مطابق۔ اس طرح نیت کا صحیح شعور موجودہ دور میں اخلاقی تربیت، سماجی استحکام اور روحانی بالیدگی کا بنیادی ذریعہ بنتا ہے۔ لہذا اس صورت حال میں اس چیز کی ضرورت تھی کہ نیت کی مفہوم، اہمیت، عصری معنویت اور احکام کو موضوع تحقیق بنایا جائے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ

نیت کے مباحث متعدد تفاسیر، شروح حدیث اور کتب فقہ میں منتشر ہیں ہر ایک نے مختلف ابواب کے ضمن میں اس کو ذکر کیا، بعض حضرات نے ایک جگہ جمع کرنے کی سعی تو کی جیسے کہ "کتاب نہایت الاحکام فی بیان مالنیت من الاحکام" للسید احمد بک الحسینی الحامی 1903ء، "کتاب النیات" للسید محمد بن علوی بن عمر العیدروس المقلب (سعد)، "نیت اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" مفتی منیر احمد صاحب۔ لیکن ان سب نے صرف ایک ہی پہلو کو لیا یا مختلف پہلو پر اس طرح لکھا کہ اس سے استفادہ میں دشواری یہ پیش آتی کہ اہل علم طبقہ کے سوا دیگر لوگوں کے لیے ان سے استفادہ ممکن نہیں تھا، لہذا ضرورت اس بات کی تھی کہ سہل انداز میں نیت کے مباحث کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر موضوع ہذا میں نیت کے اہم مباحث کو یکجا کر کے سہل انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

نیت کا مفہوم

نیت عربی کا لفظ النية سے ہے اس کے معنی لغوی معنی نیت کرنا، ارادہ کرنا، قصد کرنا۔ اسکی جمع النیات آتی ہے۔ اکثر اہل لغت کے نزدیک یاء کی تشدید کے ساتھ النية آتا ہے اور ایک لغت میں یاء کی تخفیف کے ساتھ النية بھی منقول ہے لیکن یہ نادر الاستعمال ہے۔ علامہ منظور افریقیؒ نے لسان العرب میں نیت کا لغوی معنی لکھا ہے، النية: الوجه الذی تریدہ (اس غرض کی طرف متوجہ ہونا جس کو تو چاہتا ہے)۔ اور اسی طرح علامہ راغب اصفہانیؒ نے مفردات میں نیت کا یہ معنی لکھا ہے۔ توجه القلب نحو العمل (دل کی توجہ عمل کی طرف پھیرنا)۔

فقہاء کرام اور محدثینؒ نے مختلف الفاظ اور تعبیرات کیساتھ نیت کی مختلف تعریفات کی ہیں، ان میں سے مشہور اور جامع تعریف علامہ بیضاویؒ نے یوں کی ہے اور اسی تعریف کو علامہ ابن نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر میں بھی لیا ہے۔ انبعاث القلب نحو ما يراه موافقا لغرض من جلب نفع و دفع ضرر حالا و مالا۔ (دل کا اس چیز کی طرف تیار اور متوجہ ہونا جسے وہ فی الحال یا آئندہ کسی نفع کے حصول (جلب منفعت) اور کسی نقصان سے بچنے (دفع مضرت) کی خاطر اپنے لیے موافق سمجھے۔)

نیت کے شرعی مفہوم میں فقہاء کرام نے کئی تعریفیں کی ہیں ان تعریفات میں سے جامع تعریفیں دو یہ ہیں۔ پہلی جامع تعریف جو علامہ شامیؒ نے حاشیہ ابن عابدین میں لکھی ہے اور اسی کو علامہ ابن نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر میں بھی لیا ہے۔ هي قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالى في إيجاد الفعل، کسی کام کے عدم سے وجود میں لانے میں اللہ جل شانہ کی اطاعت اور قرب کی نیت کرنا۔

دوسری جامع تعریف جو علامہ بیضاویؒ نے کی ہے اس کو بھی علامہ ابن نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر میں بھی لیا ہے۔ الارادة المتوجهة نحو العمل ابتغاء لوجه الله اور امتثالاً لحكمه۔ (ایسا ارادہ جو اللہ جل شانہ کی رضا کو حاصل کرنے یا اس کے حکم کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہو (نیت کہلاتا ہے)۔ یعنی دل سے کسی کام کے کرنے کا قصد کرنا، عزم و ارادہ کرنا، اور جس غرض کو انسان چاہتا ہے اس کی طرف متوجہ ہونا یعنی ارادے کا رخ نیت کہلاتا ہے۔

نیت کی اہمیت اور فضیلت

اسلام نے مکلف لوگوں کو جن احکام شرعیہ کا پابند بنایا ہے ان میں سے ایک اہم جز صحیح نیت ہے اسی لیے شریعت اسلام میں نیت کو بہت بڑی فضیلت و اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم میں نیت کی اہمیت و فضیلت صریح طور پر اگرچہ مذکور نہیں ہے، لیکن بہت سی آیات مبارکہ میں اعمال کو اخلاص ہی کے ساتھ کرنے کا مطالبہ بار بار کیا گیا ہے یہ نیت کی اہمیت و فضیلت پر بڑی دلیل ہے۔ البتہ احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور اقوال علماء میں نیت کی بڑی اہمیت و فضیلت منقول ہے جیسا کہ بنی اکرم ﷺ کی مشہور حدیث جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور

آدمی کو اسکی نیت ہی کے مطابق صلہ ملتا ہے، تو جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی (اور اللہ و اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کے سواء اس کی ہجرت کا کوئی اور باعث نہ تھا) تو اس کی ہجرت در حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف ہوئی اور جس نے کسی دنیاوی غرض کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہجرت کی، پس اس کی ہجرت (عند اللہ) اسی غرض کے لیے مانی جائے گی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔^(۱)

یہ ان احادیث میں شمار کی جاتی ہے، جن پر اسلام کا مدار ہے، چنانچہ یہ دین کے اصولوں میں ایک اصول ہے اور اسی پر اسلام کے اکثر احکام کا دار و مدار ہے۔ بعض حضرات نے اس حدیث کو نصف دین کہا ہے اور بعض نے تہائی اور بعض نے ربع دین قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث فقہ کے ستر ابواب سے تعلق رکھتی ہے۔^(۲)

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے احوال کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔ (دلوں کو صرف اس لیے دیکھتا ہے کہ وہ نیت کی جگہ ہے یہ نیت کے بارے میں شارع کے اہتمام کا راز ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو فرمایا: ہمارے پیچھے مدینہ میں کچھ لوگ رہ گئے ہیں ہم جس پہاڑی راستہ یا وادی میں چلے اس میں وہ ہمارے ساتھ رہے ان کو عذر نہ روک رکھا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلنا چاہتے تھے انکی کی نیت نبی علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کی تھی وہ عذر کی وجہ سے نکل نہیں سکے یعنی انکی محض نیت کی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہر جگہ ہمارے ساتھ رہے یعنی نیت کی وجہ سے مجاہدین میں شمار ہو گئے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کر سکے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے) لہذا نیت خود ایک نیکی ہے اگرچہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے نیت پر عمل دشوار ہو جائے۔^(۳)

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا: "جان لو کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی نیت کے مطابق اس کی مدد کرتا ہے، جس کی نیت مکمل ہوگی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد بھی مکمل ہوگی اور جس کی نیت میں نقص ہوگا تو اسی نقص کے بقدر مدد میں کمی ہوگئی"۔^(۴)

1- ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل الجعفی البخاری، صحیح البخاری (دمشق: دار ابن کثیر، 1993/6)

2- أبو بکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد بن محمد بن یحییٰ الخطیب البغدادی، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، محقق: د. محمود الطحان (الریاض:

مکتبة المعارف، سن) 175/5

3- ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1955)، 118/1

4- ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، احیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفہ، سن) 362/4

نیت مباح عمل کو واجب و مندوب بنا دیتی ہے تاکہ نیت کرنے والا اپنی نیت کی وجہ سے ثواب پائے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ کپڑا پہننا مباح ہے اگر کوئی شخص مباح کو واجب سے بدلنا چاہے تو کپڑا پہننے میں قابل ستر عضو کو چھپانے کی نیت کرے جو واجب ہے اور کپڑا ایسا ہو جس سے زینت اختیار کی جاسکے تو وہ واجب کی نیت کے ساتھ اللہ کی نعمتوں کے اظہار میں سنت کی پیروی کی نیت کرے،

آدمی کی زندگی میں جو نیت ہو اور موت کے وقت جو نیت ہوگی، قبر سے اسی نیت کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا یعنی اچھی نیت کی بنیاد پر زندگی گزارنی تو اچھے حال میں اٹھایا جائے گا اور اگر بری نیت کی بنیاد پر زندگی گزارنی تو بری حالت میں اٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر کعبہ اللہ پر چڑھائی کے لیے نکلا پھر جب وہ بیداء مقام پر پہنچا تو وہ اول سے آخر تک زمین میں دھنس گیا، میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اول سے آخر تک زمین میں دھنس گئے حالانکہ ان میں بعض چلانے والے تھے جو ان میں سے نہیں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: دھنس تو سب گئے لیکن ان کو ان کی نیتوں کی بنیاد پر اٹھایا جائے گا۔

بعض اوقات کوئی عمل منسوخ ہو جاتا ہے یا موقوف ہو جاتا ہے یا اس کا کرنا قدرت سے باہر ہوتا ہے لیکن اس کی نیت کی جاسکتی ہے یعنی اس کی نیت کر کے اجر و ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "لا ہجرۃ بعد الفتح لکن جہاد و نیۃ" (فتح مکہ کے بعد ہجرت تو باقی نہیں رہی لیکن جہاد فی سبیل اللہ اور نیت (قیامت تک) باقی رہے گی۔)

ایک مسلمان دنیا میں ساٹھ ستر یا سو سال یعنی ایک محدود وقت زندگی گزارتا ہے، لیکن وہ ہمیشہ ہمیشہ کی جنت میں رہے گا۔ اسی طرح ایک کافر بھی ایک محدود زندگی دنیا میں گزارتا ہے لیکن وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس کی وجہ علماء نے لکھی ہے کہ مسلمان نے اگرچہ ایک محدود زندگی دنیا میں گزارنی لیکن اس نیت یہ تھی کہ جب تک زندہ رہوں گا مومن بن کر زندگی گزاروں گا اور کافر نے بھی اگرچہ زندگی دنیا میں محدود گزارنی لیکن اس کے دل میں نیت و عزم یہ تھا کہ وہ ساری زندگی جب تک وہ زندہ رہے گا وہ کفر میں رہے گا، ان کی دائمی نیت کی وجہ سے جنت اور جہنم میں دائمی دخول ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: (مومن کی نیت اس کے عمل سے افضل ہوتی ہے)۔ نیت کے افضل ہونے کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ عمل میں ریا، دکھاوے اور کئی قسم کے شبہات سے خطرہ لاحق ہوتا ہے لیکن عمل کی نیت ان خطرات سے پاک ہوتی ہے لہذا یہ افضل ہوئی۔ کوئی بھی عمل اسی وقت مکمل ہوگا اور مقبول ہوگا جب وہ صحیح نیت کی بنیاد پر کیا جائے، اور اس عمل کو کرنے کا طریقہ اور ظاہر صورت سنت کے مطابق ہو یا درست ہو، ورنہ یہ عمل مردہ لاش کی طرح بے کا ہوگا جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ کا قول ہے: کوئی قول نفع نہیں دیتا مگر عمل کے ساتھ اور قول اور فعل نفع نہیں دیتے

مگر نیت کے ساتھ اور قول و فعل اور نیت نفع نہیں دیتے مگر جب سنت کے موافق ہوں)

اسی طرح فقہاء نے قاعدہ بیان فرمایا کہ الامور بمقاصدھا^(۶) (کاموں کا تعلق ان کے مقاصد (نیتوں) سے ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ ایک تہائی علم کا درجہ رکھتا ہے۔ مذکورہ احادیث و فقہی قاعدہ محض نیت کے متعلق ہیں گویا جتنی فضیلت و اہمیت اس حدیث و فقہی قاعدہ کی بیان ہوئی ہے دراصل یہ نیت ہی کی اہمیت و فضیلت ہے۔ لہذا نیت کی بحث دین کے بنیادی مباحث میں سے ہے اور یہ ہر انسان کے لیے حلال و حرام میں تمیز کرنے کا طریقہ اور ثواب و عقاب لازم کرنے والے امور میں فرق کرنے کا طریقہ واضح کر دیتی ہے، اس لیے ہر انسان کے لیے جو علم حاصل کرنا ضروری ہے اس میں نیت کا علم بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اسی وجہ سے اسلاف نے نیت کو سیکھنے پر بہت زور دیا ہے۔

نیت کی فضیلت و اہمیت کے بارے میں علماء کے بہت سے اقوال منقول ہیں جیسا کہ یکسی ابن کثیرؒ فرماتے ہیں نیت کو سیکھو، کیونکہ یہ عمل سے زیادہ اہم ہے۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں پہلے لوگ نیت کو اس طرح سیکھتے تھے جس طرح تم عمل سیکھتے ہو اور طائیؒ کا قول ہے میں نے ساری کی ساری خیر کو حسن نیت میں دیکھا۔ ابن مبارکؒ سے منقول ہے بہت سے بڑے علموں کو نیت چھوٹا بنا دیتی ہے، اور بہت سے چھوٹے علموں کو نیت بڑا بنا دیتی ہے۔ زبید الیامیؒ فرماتے ہیں: میں چاہتا ہوں کہ ہر عمل میں میری نیت ہو یہاں تک کہ کھانے پینے میں بھی نیت ہو۔ امام غزالیؒ سے منقول ہے، جس شخص کی نیت درست ہوتی ہے اس کے تمام کام درست ہوتے ہیں۔ یوسف بن اسباطؒ فرماتے ہیں نیت کو فساد سے بچانا عمل کرنے والوں کی ساری محنت سے زیادہ مشکل ہے۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنی نیت کے سدھارنے سے زیادہ کسی چیز کی فکر نہیں کرتا، کیونکہ یہ جلد بدل جاتی ہے۔ کتاب النیات میں لکھا ہے کہ اسلاف کے علم و عمل اور زندگیوں میں برکت کا راز یہ تھا کہ ان کا کوئی قول و فعل نیت کے استحضار سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ نیت سید اعضا دل سے صادر ہوتی ہے اس لیے یہ سید الاعمال ہے۔ غفلت کا علاج نیت ہے۔ نیت مخفی عمل ہے اور مخفی عمل ظاہری عمل سے افضل ہوتا ہے۔ نیت کے ذریعے عادت عبادت بن جاتی ہے۔ اور نیت کے ذریعے اعمال میں تمیز کی جاتی ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں نیت کی وجہ سے مومن ہمیشہ جنت میں رہے گا اور کافر دائمی جہنم میں رہے گا۔^(۷)

نیت کی مشروعیت اور اس کی حکمتیں

عبادات میں نیت کے حکم کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ فرض ہے یا رکن یا شرط؟ جمہور فقہاء حنفیہ، اظہر قول کے مطابق مالکیہ، شافعیہ کی ایک رائے جو اکثر کے مقابل ہے اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ عبادات میں نیت شرط ہے۔

6- جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد السیوطی، الأشباہ والنظائر (دار الکتب العلمیۃ، الطبعة الأولى، 1403ھ-1983م) 12؛

زین الدین بن ابراہیم بن محمد، الشہیر بابن نجیم، الأشباہ والنظائر (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1419ھ-1999م) 29؛

7- غزالی، احیاء علوم الدین، 4/362

اکثر شافعیہ کی رائے ہے کہ وہ عبادات میں رکن ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ایک قول ہے کہ وہ عبادت میں فرض ہے۔ دلائل کے اعتبار سے قرآن کریم میں لفظ نیت صراحتہ مذکور نہیں ہے البتہ نیت کے ہم معنی الفاظ جو نیت پر دلالت کرتے ہیں جیسے ارادہ، ابتغاء، اخلاص اور شاکلہ وغیرہ مذکور ہیں، اس اعتبار سے بہت سی آیات نیت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے چند آیات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) - وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ⁽⁸⁾

"اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں ایک رخ ہو کر خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی محکم دین ہے۔" (ترجمہ قرآن عزیز)

اس آیت مبارکہ میں جو لے عبد و اند کو ہے اس سے عبادت کا عام معنی مراد ہے۔ جیسا کہ ابن تیمیہؒ نے عبادت کی یہ تعریف کی ہے: "عبادت ایک ایسا جامع لفظ ہے جو ہر اس قول، عمل ظاہری و عمل باطنی کو شامل ہے جس کو اللہ جل شانہ پسند کرتے ہیں اور اس سے راضی ہوتے ہیں۔" (9) اس عمومی معنی اور مفہوم کے اعتبار سے نیت کا حکم دین کے ہر پہلو کو شامل ہو جاتا ہے چاہے وہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ جس سے بھی متعلق ہو سب میں نیت کے خالص رکھنے کا حکم ہے، یعنی جس کام کو اللہ نے مشروع کیا ہے وہ سب عبادت میں داخل ہے اور یہ سب امور نیت کے محتاج ہیں، ہمیں ان سب میں نیت کو خالص رکھنے کا حکم ہے یعنی ہر کام کرتے ہوئے اللہ کو راضی کرنے کی نیت ہو۔ علامہ قرطبیؒ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "و فی هذا دلیل علی وجوب النية فی العبادات" (10) (یہ آیت عبادات میں نیت کے وجوب پر دلیل ہے)

احادیث مبارکہ میں نیت کا حکم اس طرح ہے

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه على المنبر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى، (وفي رواية أبي داود: فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله) فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو إلى امرأة ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إليه» (11)

8- القرآن، سورۃ البینۃ: 5

9- تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، العبودیہ (بیروت: المکتب الاسلامی، الطبعة 2005)، 44

10- محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لاحکام القرآن (القاهرة: دار الکتب المصریة، 1946)، 134/20

11- بخاری، جامع الصحیح، باب کیف بدء الوحی رسول اللہ ﷺ، 6/1

"اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور آدمی کو اسکی نیت ہی کے مطابق صلہ ملتا ہے، تو جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی (اور اللہ واس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کے سواء اس کی ہجرت کا کوئی اور باعث نہ تھا) تو اس کی ہجرت در حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف ہوئی اور جس نے کسی دنیاوی غرض کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہجرت کی، پس اس کی ہجرت (عند اللہ) اسی غرض کے لیے مانی جائے گی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔"

اس حدیث مبارکہ میں "إنما الأعمال بالنیات" فرمایا، انما حصر کے لیے ہے، جو ایک چیز کو ثابت کر کے اس کے علاوہ کی نفی کرتا ہے، لہذا اس کے معنی ہوئے لا عمل الا بالنیة یعنی نیت کے بغیر کوئی عمل موجود نہیں ہوتا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ عمل کا وجود نیت کے بغیر بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص عادتاً نماز پڑھتا ہے نماز سے قبل اس کی کوئی نیت نہیں ہوتی تو ایسے شخص کی نماز کے فعل کا نفس وجود تو ہے۔ لہذا اس حدیث مبارکہ کا صحیح مطلب لینے کے لیے علماء کرام نے اس میں مخذوفات مقدر مانے ہیں، بعض حضرات نے صحیحہ الاعمال اور دیگر بعض حضرات نے ثواب الاعمال مخذوف مانا ہے، لیکن سب میں سے بہترین توجیہ صاحب دلیل الفالحین نے کی ہے جس سے مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ وہ توجیہ یہ ہے کہ یہاں اعمال سے مراد اعمال شرعیہ ہیں، کیونکہ نبی ﷺ کو اعمال شرعیہ بیان کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اعمال شرعیہ کا وجود نیت کے ساتھ ہے، اور نیت کے ساتھ ہی ان کا اعتبار ہوگا لہذا نیت ہی عمل کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کے درمیان فاصلہ ہے۔ اسی طرح حدیث مبارکہ کا دوسرا جملہ "وإنما لكل امرئ ما نوى" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان کو عمل کا وہی بدلہ ملے گا جس کی نیت یہ ہوگی۔ بہر حال یہ حدیث مبارکہ اس بات پر صریح دال ہے عمل شرعی کی صحت اور اجر کا سارا دار و مدار نیت پر ہی ہے۔

قرآن و حدیث کی طرح قیاس بھی دو وجہوں سے نیت کی مشروعیت کا تقاضا کرتا ہے: پہلی وجہ نیت و قصد کے بغیر کوئی عمل صادر ہی نہیں ہو سکتا ہے، اور کسی بھی فعل کے لیے نیت و قصد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں "الفعل الاختیاری لا بد فی تحقیقہ من القصد الیہ" (12) یعنی کسی بھی اختیاری فعل کے صدور کے لیے قصد کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "القصد الی الفعل امر ضروری فی النفس" یعنی نفس الامر میں کسی بھی فعل کے لیے قصد کا ہونا ضروری ہے۔ آگے لکھتے ہیں "لو کلف العباد ان یعملوا بغیر نية کلفوا مالا یطیقون" کہ اگر لوگوں کو اس بات کا مکلف بنایا جائے کہ وہ بغیر نیت کے عمل کریں تو اس تکلیف مالا یطاق لازمی آئے گی۔ لہذا اس سے ثابت ہو گیا کہ نیت کا مشروع ہونا ضروری ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ وہ لوگ جو نیت اور قصد پر قدرت نہیں رکھتے جیسے مجنون، غافل، نائم، ساهمی اور اسی طرح مخطی وغیرہ ان سے جو فعل صادر ہوتا ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں یعنی اگر ان کا عمل اگر اطاعت کی قبیل سے ہو تو اس پر ان کو اجر و ثواب نہیں ملتا ہے اور اگر معاصی کی قبیل سے ہو تو ان کو کوئی عقاب نہیں ہوگا کیونکہ ان کے افعال بغیر نیت و قصد کے صادر ہوتے ہیں۔ جیسے اگر کسی سے نیند کی وجہ سے یا بھولے سے نماز فوت ہو جائے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں اس کی قضاء کر لے جب اس کو یاد آیا آجائے، اس نماز کے قضاء ہونے پر اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اس میں یہ معذور ہے، لہذا ان وجوہات کے پیش نظر یہ ثابت ہوگئی کہ نیت کا مشروع ہونا قیاساً بھی ضروری ہے۔

کن اعمال میں نیت ضروری اور کن میں ضروری نہیں

مكلف آدمیوں کے اعمال یا تو مطلوب ہوں گے یا مباح: اگر عمل مباح ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا قصد نہ ہو تو اس میں نیت کی ضرورت نہیں البتہ اگر مكلف اس پر ثواب کا خواہش مند ہو تو نیت کی ضرورت ہے۔

اور جو اعمال مطلوب ہیں، یا تو ان کا ترک کرنا مطلوب ہوگا یا ان پر عمل کرنا مطلوب ہوگا، جن کا ترک کرنا مطلوب ہے (یہ ممنوعات ہیں)، انسان ان کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا اگرچہ اس کو محسوس نہ کرے چہ جائیکہ اس کا ارادہ کرے اسی وجہ سے ان میں نیت کی ضرورت نہ ہوگی، البتہ اگر مكلف ممنوع کا احساس کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو چھوڑنے کی نیت کرے گا تو ذمہ داری سے بری ہونے کے ساتھ ساتھ نیت کی وجہ سے ثواب پائے گا، اسی وجہ سے نیت ثواب کے لئے شرط ہوگی، ذمہ داری سے بری ہونے کے لئے نہیں۔

اور جس عمل کا کرنا مطلوب ہے (یعنی اوامر) تو اس میں نیت کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ عمل جس کی صورت فعل، اس کی مصلحت حاصل کرنے کے لئے کافی ہو، جیسے دین، ودیعت، مال مغضوب، بیوی اور رشتہ داروں کے نفقات وغیرہ کی ادائیگی کہ ان امور سے مقصود ان کے مالکان کا فائدہ اٹھانا ہے، اور یہ محض حکم کی بجا آوری سے حاصل ہو جاتا ہے، اس پر موقوف نہ ہوگا کہ ان کا کرنے والا ان کا ارادہ کرے، لہذا انسان ان کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا، اگرچہ ان کی نیت نہ کرے۔

دوسری قسم: وہ عمل جس کے فعل کی صورت اس کے مقصود مصلحت کے حاصل کرنے کے لئے کافی نہ ہو جیسے نماز، طہارت، روزہ اور حج کہ ان سے مقصد، ان کی انجام دہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا، ان کی بجا آوری میں اس کے سامنے جھکنا ہے، اور یہ صرف اس وقت حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے لئے ان کے کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ فی الجملہ اسی قسم میں شریعت نے نیت کا حکم دیا ہے

عبادات اور عقود میں نیت کی ضرورت ہونے میں فقہاء کے نزدیک یہ تفصیل ہے: ایسی عبادات جس میں عادت یا کسی دوسری عادت کے ساتھ التباس کا اندیشہ نہ ہو، جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کی معرفت، اس کا خوف، اس سے امید

رکھنا، قرآن کی تلاوت اور دوسرے اذکار اور اس طرح کی دیگر عبادت، اس میں نیت کی ضرورت نہ ہوگی، اس لئے کہ یہ اپنی صورت میں اللہ تعالیٰ کے لئے ممتاز ہیں کسی دوسری عبادت کے ساتھ التباس کا اندیشہ نہیں ہے۔ اور اگر عبادت میں، عادت یا کسی دوسری عبادت کے ساتھ التباس کا اندیشہ ہو، جیسے غسل کرنا، نماز، روزہ، قربانی، صدقہ، نذر، کفارہ، جہاد اور غلام آزاد کرنا وغیرہ تو ان میں نیت کی ضرورت ہوگی۔ عقود میں نیت کی ضرورت یہ ہے کہ ایسا عقد جس کے کرنے میں کوئی شخص خود مختار ہو جیسے طلاق، غلام آزاد کرنا، بری کرنا، وقف کرنا، وصیت کرنا، رجعت کرنا، ظہار کرنا، فسخ کرنا تو کنایہ کے ذریعہ ان کے منعقد ہونے میں نیت کی ضرورت ہوگی، جیسے صریح لفظ کے ذریعہ ان کے منعقد ہونے میں نیت کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور اگر عقد صرف ایک شخص کے اختیار میں نہ ہو یعنی اس میں ایجاب و قبول کی ضرورت ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں: اول: جس میں گواہ بنانا شرط ہو، جیسے نکاح، اس وکیل کی بیع جس میں گواہ بنانے کی شرط لگائی گئی ہو، تو یہ کنایہ سے نیت کے ساتھ منعقد نہیں ہوگا، اس لئے کہ گواہ کو نیت کا علم نہیں ہو سکتا ہے۔ دوم: جس میں گواہ بنانا شرط نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم: جس کا مقصد غرر پر معلق کرنا ہو جیسے عقد کتابت، اور خلع، تو یہ نیت کے ساتھ کنایہ سے منعقد ہو جائے گا۔ دوسری قسم: جو غرر پر معلق کرنے کے قابل نہ ہو جیسے بیع، اجارہ وغیرہ تو یہ شافعیہ کے نزدیک اصح قول کے مطابق نیت کے ساتھ کنایہ سے منعقد ہو جائے گا۔

نیت کی مشروعیت کی حکمت

نیت کی مشروعیت کی بنیادی حکمت امتیاز و تعین ہے، اس کی چار صورتیں بنتی ہیں:

(1) عبادت کو عادت سے ممتاز کرنا: نیت عبادت کو عادت سے ممتاز کرنے کے لیے مشروع ہوئی ہے یعنی اس بات میں تمیز ہو جائے کہ کون سا عمل اقتفال امر کے لیے ہے یا بطور عادت ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مسجد میں آنا، امن و سکون حاصل کرنے کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور نماز پڑھنے اور ذکر و عبادت کے لیے بھی، اگر نماز کی نیت کر لی تو عبادت بن جائے گا ورنہ عادت ہوگا۔

(2) ایک عبادت کو دوسری عبادت سے ممتاز کرنا: نیت ایک عبادت کو دوسری عبادت سے ممتاز کرنے کے لیے مشروع ہوئی ہے۔ جیسے ظہر کی نماز کو عصر کی نماز سے ممتاز کرنا۔

(3) عبادات کے درجات کو ممتاز کرنا: عبادات کے درجات کو ممتاز کرنے کے لیے مشروع کی گئی ہے کیونکہ عبادات کے فرض، واجب، سنت، نفل کئی درجات میں ہے، نیت ہی ان میں تمیز و تعین نیت ہی سے ہو سکتی ہے۔

(4) عبادت کے مقصود اور غرض میں تمیز کرنا: نیت عبادت سے جو مقصود اور غرض ہوتی ہے اس کی تعیین اور تمیز کرتی ہے، یعنی عمل سے مقصود اللہ کی رضا و قرب ہے یا کوئی اور دنیادی غرض ریا، شہرت وغیرہ ہے، اس میں تمیز نیت کے ساتھ کی جاتی ہے، یہ حکمت متقدمین فقہاء اور اہل تصوف و عرفان نے ذکر کی ہے۔⁽¹³⁾

نیت کی عصری معنویت اور بنیادی احکام

نیت کا محل دل ہے اسی لیے صرف قلبی نیت پر اکتفاء کے جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے کیوں کہ نبی ﷺ اور صحابہ سے یہ منقول ہے۔⁽¹⁴⁾ البتہ صرف زبان کے الفاظ پر اکتفاء کافی نہیں ہے بلکہ اس سے نماز ادا کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے۔ لیکن جو شخص دل کے حاضر کرنے پر قادر ہو یا اس کو نیت میں شک ہو جانا ہو تو اس کے لیے تکلم باللسان نیت کے لیے کافی ہوگا، البتہ نیت قلبی اور نیت باللسان دونوں کو جمع کرنا مستحسن ہے

نیت کا وقت عبادات کا اول حصہ ہے دوسرے لفظوں میں نیت کا اول وقت عبادت کا اول حصہ ہے لہذا واجب ہوگا کہ نیت ہر عبادت کے اول سے متصل یا مقارن ہو، الا یہ کہ اتصال دشوار ہو جیسے روزہ، زکوٰۃ وغیرہ۔

نیت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرائط ہیں: نیت کرنے والے کا مسلمان ہونا ہے۔ تمیز (یعنی امتیاز کا پایا جانا) ہے، چنانچہ بالاتفاق تمیز نہ کرنے والے بچے اور مجنون و پاگل کی عبادت درست نہیں۔ نیت کرنے والے کو منوی (جس چیز کی نیت کر رہا ہے) کا علم ہو، اگر منوی کا علم نہیں ہے تو نیت درست نہیں ہوگی چنانچہ جس شخص کو نماز کی فرضیت کا علم نہیں ہے تو اس کی نماز کے لیے نیت درست نہیں، جب نیت نہیں ہے تو اس کی نماز بھی درست نہیں ہے۔ نیت اور جس چیز کی نیت کر رہا ہو اس کے منافی کوئی امر نہ پایا جائے، چنانچہ تکبیر تحریمہ سے قبل کی گئی نیت ہی نماز کے لیے جائز و کافی ہوگی اگر اس کے بعد نماز کے منافی کوئی امر نہ پایا جائے، اسی اصول کی بنیاد پر اگر کوئی شخص العیاذ باللہ مرتد ہو جائے تو اس کے اعمال نماز روزہ وغیرہ باطل ہو جائیں گے کیونکہ عمل کی صحت کے لیے نیت شرط ہے اور نیت کے لیے اسلام شرط ہے لہذا جب وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا تو اس کے سب اعمال ضائع ہو گئے اسی طرح صحبت نبی ﷺ بھی ارتداد سے باطل ہو جائے گی اگر اس حالت میں مر جائے۔ یہ بھی شرط ہے کہ نیت اور منوی کے کوئی منافی امر نہ پایا جائے۔ چنانچہ نیت اور منوی کے منافی امور یہ ہیں؛⁽¹⁵⁾ کہ انسان کا اپنے عمل کو قطع کرنے کی نیت کرنا ہے۔ اور منوی پر عقلا شرعاً یا عادتاً قادر نہ ہو۔ اور یہ بھی ہے کہ نیت میں تردد ہو اور جزم و یقین نہ ہو۔

13- وہبہ بن مصطفیٰ الزحلی، الفقہ الاسلامی وادلہ (دمشق: دار الفکر، سن)، 1/123

14- مولانا عبدالحی لکھنوی، السعایہ شرح الوقایہ (مکتبہ مصطفائی، سن)، 2/92

15- احمد بن محمد الحموی، غمر عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر (دار الکتب العلمیہ، 1985م)، 1/168

نیت کی تقسیم دو اعتبار سے کی جاتی ہے۔ وجود کے اعتبار سے نیت کی دو قسمیں ہیں: (1): نیت حقیقی یعنی فعل کے ساتھ پائی جانے والی ایسی نیت جس کا انسان کو استحضار ہو، اسی نیت کا عبادت کی ابتداء میں ہونا شرط ہے اس کا برقرار رکھنا شرط نہیں ہے جیسے نماز کے شروع میں جو نیت کی جاتی ہے، اس کا ابتداء میں پایا جانا شرط ہے، البتہ آخر تک باقی رہنا شرط نہیں ہے۔ (2): نیت حکمی: وہ نیت جس کا انسان کو استحضار نہ ہو محض نیت حقیقی کی وجہ سے آخر تک استمرار اور بقاء کا جو حکم لگایا جاتا ہے یہی حکمی نیت کہلاتی ہے جیسے نیند کی حالت میں روزہ کی نیت اور تکبیر تحریمہ کے بعد والے ارکان نماز میں کی نیت یہ نیت حکمی ہے۔ مقصود کے اعتبار سے نیت کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ (1): نیت تمیز: ایسی نیت جو عبادت کو عادت سے یا ایک نوع کی عبادت کو دوسری نوع کی عبادت سے یا ایک ہی قسم عبادت کے درجات میں تمیز کرنے کے لیے ہو، نیت تمیز عمل کے لیے شرط ہے۔ (2): نیت تقرب: عبادت سے قبل اللہ کے قرب کی نیت کرنا، اگر قرب کی نیت نہ کی تو ثواب نہیں ملے گا اگرچہ عمل درست ہوگا۔

نیت کا بقاء و استمرار اور تفریق ضروری ہے، یعنی کسی عبادت کے شروع میں جو نیت کی جاتی ہے وہ اس کے تمام ارکان یعنی مجموعہ کے لیے آخر تک باقی اور جاری رہے گی یا ہر رکن کے لئے علیحدہ علیحدہ متفرق طور پر نیت کرنا ضروری ہے۔ اخلاص بھی نیت کا ایک اہم وصف ہے، اخلاص کسی چیز کو خالص کرنے یعنی کھوٹ اور آمیزش سے پاک کرنے کو کہتے ہیں، گویا کہ اخلاص ایسی نیت کو کہتے ہیں جو صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو، یعنی ایجاد فعل میں دل کی توجہ کو صرف اللہ کی رضا کی طرف متوجہ کرنا اس کے ماسوا کسی اور غرض کی طرف متوجہ نہ ہونے دینا اخلاص کہلاتا ہے۔ اخلاص اور نیت میں فرق یہ ہے کہ خلاص نیت پر ایک امر زائد ہے جو نیت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے، اور نیت اس کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے، بہر حال اخلاص صرف وہی نیت ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو اس کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو لہذا نیت کبھی اخلاص کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی اخلاص سے خالی بھی ہوتی ہے فقہاء کرام کے نزدیک عمل کے اجر و ثواب کے لیے اخلاص شرط ہے اگر عمل میں اخلاص ہو گا تو اس کا اجر و ثواب ملے گا اور اگر عمل میں اخلاص نہ وہ تو اس پر اجر و ثواب کے بجائے آخرت میں عقاب کا اندیشہ ہے، البتہ عم کی صحت کے لیے اخلاص شرط نہیں ہے۔

نیت میں نیابت یعنی عمل کرنے والا شخص خود نیت نہ کرے بلکہ اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص اس کی نیت کرے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ "نیت میں نیابت قابل قبول نہیں ہے"

دو عبادتوں کو جمع کرنا اگر وسائل میں ہو تو صحیح ہے۔ مثلاً ایک شخص جمعہ کے دن جنابت اور جمعہ کے لیے غسل کرے تو اس کی جنابت دور ہو جائے گی اور جمعہ کے غسل کا ثواب ملے گا۔ اگر جمع کرنا مقاصد میں ہو تو یا تو دو فرضوں کی نیت کرے گا یا دو نفل کی یا ایک فرض اور ایک نفل کی نیت کرے گا۔ دو رکعت نفل میں جتنے نوافل کی نیت کریں سب اداء ہو جاتی ہیں۔ جیسے ایک شخص دو رکعت پڑھنے کی نیت میں تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، اشراق، شکرانہ، حاجت اور استخارہ وغیرہ

سب نیتوں کا جمع کر سکتا ہے اور اس پر سب کا ثواب ہوگا، اگرچہ الگ الگ پڑھنے پر اجر زیادہ ہوتا ہے۔

ایک عمل کے دوران دوسرے کی نیت کرنے میں اگر پہلے عمل کو درمیان میں چھوڑ کر دوسرے کی نیت کرنا جیسے ظہر کے فرض اداء کرتے ہوئے ظہر سے قبل کی سنتوں کی نیت کر لے تو اس کے ضروری ہے کہ نیت کے ساتھ ساتھ تکبیر کہہ کر فرض کو ختم کر کے سنتیں شروع کرے، اور اگر محض نیت کی تو یہ نماز فرض ادا ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ظہر کے فرض اداء کرتے ہوئے فرض کے بعد والی سنتوں کی نیت کرے تو اس صورت میں یہ نیت بعد والی سنتوں کے لیے کافی ہوگی، البتہ اگر زبان سے نیت کا تلفظ کر لیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

نیت کا حکم جس قدر اہم ہے عصر حاضر میں اسی قدر اس میں غفلت برتی جا رہی ہے، عام طور پر نیت کے معاملے میں دو طرح سے کوتاہی کی جاتی ہے؛ ایک عمل سے قبل اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے اور دوسری طرف سے نیت میں بہت سی غیر ضروری امور کا التزام کیا جاتا ہے، اور لوگوں کو ایک شبہ رہتا ہے کہ ہم بہت سے اعمال بطور عادت کرتے ہیں ان سے قبل کچھ نیت نہیں ہوتی ہے، آیا اعمال عبادت بنیں گے یا نہیں اور ان پر اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟ تو اس کا جواب حضرت تھانویؒ نے دیا ہے کہ انسان جب بھی عمل کرتا ہے اس میں ایک درجے کی نیت ضرور ہوتی ہے کیونکہ فاعل مختار کا فعل اختیاری کسی غرض سے بغیر متصور نہیں ہو سکتا گو جزئی ثواب کا ارادہ نہ ہو البتہ کلیتاً تو ثواب کا ارادہ ہوتا ہی ہے، لہذا ایسے اعمال پر ثواب ملے گا، کیونکہ ثواب کا در امداد عمل نیت اور دنیاوی غرض سے خالی ہونے پر ہے۔ البتہ اگر عمل ہی کی نیت نہ ہو جیسے بارش میں بدن تر ہو گیا یا غوطہ لگانے سے تر ہو گیا تو وضو تو ہو گیا مگر اس پر ثواب نہیں ملے گا۔

خلاصہ کلام

کسی عمل کے کرنے سے قبل انسان کے دل میں عمل کا ایک داعیہ پیدا ہوتا ہے یہ ارادہ کہلاتا ہے اور اس داعیہ کے پیدا ہونے کی غرض جس کی وجہ سے یہ داعیہ پیدا ہوا ہے وہ نیت یا وجہ عمل کہلاتی ہے۔ اور نیت کا محل دل ہے گویا ایک فعل قلبی ہے، دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک امر مستحسن ہے محض ارادے کا اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ اور نیت کا وقت ہر عمل سے قبل یعنی عمل کے ابتدائی حصے سے متصل و مقارن ہونا ہے الا یہ کہ اتصال دشوار ہو۔ اور اخلاص نیت پر ایک امر زائد ہے جو نیت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے، اور نیت اس کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے، بہر حال اخلاص صرف وہی نیت ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو اس کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو۔

اسلام میں احکام شرعیہ کی ایک اہم شرط جس کا مکلفین کو پابند بنایا گیا ہے، وہ صحت نیت ہے۔ چنانچہ اعمال کے صحیح ہونے کا معیار یہی ہے، لہذا جہاں نیت صحیح ہوگی وہاں عمل صحیح ہوگا، اور جہاں نیت درست نہیں ہوگی وہاں عمل بھی درست نہیں ہوگا، اور مکلفین کے اعمال شریعت ہی کے ذریعے معتبر ہوتے ہیں۔

جمہور فقہاء کرام کے نزدیک نیت کا حکم یہ ہے کہ وہ عبادات مقصودہ جن کا شرعی وجود نیت پر موقوف ہے ان میں

نیت واجب ہے جیسے تمام اقسام کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عمرہ وغیرہ۔ اور وہ اعمال جن کا شرعی وجود نیت پر موقوف نہیں ہوتا ان نیت مستحب ہے، جیسے غصب شدہ چیز کی واپسی، اور مباحات یعنی کھانا، پینا، وغیرہ اور منہیات جیسے زنا، شراب کا ترک کرنا وغیرہ یہ وہ اعمال ہیں جو نیت پر موقوف نہیں ہیں لہذا ان میں نیت مستحب ہے لازم نہیں۔ نیت کے امر سے دو چیزیں مطلوب ہوئیں، ایک عمل کی غرض صحیح ہو اور دوسری غرض مستحضر ہو۔ اور عمل کی صحیح غرض اجمالی طور پر تین ہیں؛ (1) عبادت کی نیت ہو، (2) اللہ کی رضا کی نیت ہو، (3) امتثال امر کی نیت ہو، ان اغراض کے استحضار سے عمل کی روح یعنی "نیت" اکمل طریقے سے ہو جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ ہمیں نیت کی حقیقت اور اخلاص و اللہیت کی دولت نصیب فرمائے (آمین یا رب العلمین)

کتابیات

القرآن الکریم

- ابن الصمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدر علی الہدایہ، بیروت، لبنان: دار الفکر، 1970
- ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم، العبودیہ، بیروت: المکتب الاسلامی، الطبعة 2005
- ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، الأشباہ والنظائر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1419ھ۔ 1999م
- الحموی، احمد بن محمد، غزعیون البصائر فی شرح الأشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، 1985م
- البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل الجعفی، صحیح البخاری، دمشق: دار ابن کثیر، 1993
- الخطیب البغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، محقق: د. محمود الطحان، الرياض: مکتبة المعارف، سن
- الزحیلی، وھبہ بن مصطفى، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دار الفکر، سن
- السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد، الأشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، الطبعة الأولى، 1403ھ۔ 1983م
- الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، بیروت: دار المعرفہ، سن
- القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، القاهرة: دار الکتب المصریہ، 1946
- لکھنوی، مولانا عبدالحی، السعایہ شرح الوقایہ (مکتبہ مصطفائی، سن
- مسلم بن الحجاج القشیری، ابو الحسن، صحیح مسلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1955

al-Qur'ān al-Karīm.

al-Bukhārī, Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn Ismā'īl al-Ju'fī. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Damascus: Dār Ibn Kathīr, 1993.

- al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *Ihyā' 'Ulūm al-Dīn*. Beirut: Dār al-Ma'rifah, n.d.
- al-Ḥamawī, Aḥmad ibn Muḥammad. *Ghamz 'Uyūn al-Baṣā'ir fī Sharḥ al-Ashbāh wa-al-Nazā'ir*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1985.
- al-Khaṭīb al-Baghdādī, Abū Bakr Aḥmad ibn 'Alī ibn Thābit ibn Aḥmad ibn Mahdī. *al-Jāmi' li-Akhlāq al-Rāwī wa-Ādāb al-Sāmi'*. Edited by Maḥmūd al-Ṭaḥḥān. Riyadh: Maktabat al-Ma'ārif, n.d.
- al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad al-Anṣārī. *al-Jāmi' li-Aḥkām al-Qur'ān*. Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, 1946.
- al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn 'Abd al-Raḥmān ibn Abī Bakr ibn Muḥammad. *al-Ashbāh wa-al-Nazā'ir*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1983.
- al-Zuhaylī, Wahbah ibn Muṣṭafā. *al-Fiqh al-Islāmī wa-Adillatuhu*. Damascus: Dār al-Fikr, n.d.
- Ibn al-Humām al-Ḥanafī, Kamāl al-Dīn Muḥammad ibn 'Abd al-Wāḥid. *Faṭḥ al-Qadīr 'alā al-Hidāyah*. Beirut: Dār al-Fikr, 1970.
- Ibn Nujaym, Zayn al-Dīn ibn Ibrāhīm ibn Muḥammad. *al-Ashbāh wa-al-Nazā'ir*. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1999.
- Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Aḥmad ibn 'Abd al-Ḥalīm. *al-'Ubūdiyyah*. Beirut: al-Maktab al-Islāmī, 2005.
- Lakhnawī, 'Abd al-Ḥayy. *al-Si'āyah Sharḥ al-Wiqāyah*. Maktabah Muṣṭafā'ī, n.d.
- Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī, Abū al-Ḥasan. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Beirut: Dār Ihyā' al-Turāth al-'Arabī, 1955.